www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

عالم اسلام — محمد عطاء اللہ صدیقی

مصطفیٰ کمال اتاترک اور اِسلام

۱۲/ اکتوبر کو غیر معمولی حالات میں عنانِ اقتدار سنبھالنے کے بعد جنرل مشرف کو پہلی مرتبہ جس بات پر مخالفانہ بیانات کا سامنا کرنا پڑا، وہ میاں نواز شریف کی حکومت کی معزولی کا معاملہ نہیں تھا، میاں صاحب کی حکومت کے خاتمہ پر سکوت تو خود جنرل پرویز مشرف کے لئے بھی ایک تعجب انگیز امر تھا۔ جنرل صاحب کو اپنے جس بیان پر مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، ان کا وہ بیان تھا جس میں انہوں نے جدید ترکی کے معمار کمال اتاترک کو اپنا ہیرو قرار دیا، جماعت ِاسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے اس بیان کے خلاف اپنا ردِ عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ”پاکستان میں کمال ازم کے نفاذ کے خلاف سخت مزاحمت کی جائے گی“۔ دیگر مذہبی راہنماؤں اور سیاستدانوں نے بھی اسکے متعلق اپنے ذہنی تحفظات کا اظہار کیا۔

جنرل صاحب کے بعد کے وضاحتی بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا مقصود وہ نہ تھا جو بالعموم سمجھا گیا۔ ۱۴/ نومبر کو اخبارات میں شائع ہونے والے بیان میں انہوں نے اپنے پہلے بیان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا

> ”کمال اتاترک یقیناً ترکوں کے ہیرو ہیں جو جدید ترکی کے معمار ہیں اور جنہوں نے بیمار یورپ میں سے ترکی کو ایک ترقی یافتہ ملک بنا کر نکالا، تاہم ہمارے راہنما اور بابائے قوم، قائداعظم ہیں جن کے اصولوں پر کاربند رہنے کے ہم پابند ہیں۔ جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ میں اتاترک کا بے حد احترام کرتا ہوں لیکن ہمارے ملک کا اصول ترکی سے مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال ہم قائداعظم کے بتائے ہوئے اصولوں کے پابند ہیں۔ انہوں نے یہ بات ترکی کے ایک ٹیلی ویژن نیٹ ورک کو انٹرویو دیتے ہوئے اس سوال کے جواب میں کہی کہ آپ نے اپنی پہلی تقریر میں کمال اتاترک کا خاص طور پر تذکرہ کیسے کیا؟“ (نوائے وقت، ۱۴/ نومبر)

ایک اور اخباری بیان میں جنرل پرویز مشرف نے بے حد صاف لفظوں میں کہا کہ

> ”میں پکا مسلمان ہوں اور پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے“

قطر کے سرکاری دورے کے دوران صحافیوں کے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے اپنے بیان کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کمال اتاترک کو ہیرو کہنے کی بات ترکی کے ایک وفد

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سے گفتگو کرتے ہوئے کہی، اس سے ظاہر ہے مہمانوں کی عزت افزائی اور ان سے مروّت کا اظہار مقصود تھا۔

پاکستان میں بعض دینی راہنماؤں کی تنقید کے برعکس مغربی ذرائع ابلاغ، بعض ہندوستانی اخبارات اور پاکستان کے 'لبرل' دانشوروں اور این جی اوز مافیا نے جنرل مشرف صاحب کے مذکورہ بالا بیان پر اپنی مسرت اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ چونکہ مصطفیٰ کمال اتاترک کی حیثیت ایک عسکری ہیرو کے ساتھ ساتھ ایک سیکولر راہنما کی بھی ہے، جس نے ترکی میں اسلامی ثقافت کے مقابلے میں مغربی تہذیب کو رائج کیا، اسی لئے مذہب بیزار 'لبرل' طبقہ کی طرف سے جنرل مشرف کے بیان پر بغلیں بجانا ایک فطری امر تھا، یہ طبقہ ایک اسلامی مملکت میں سیکولر نظریات کے کسی بھی موہوم امکان پر بھی مریضانہ مسرت اندوزی کا اظہار کرتا ہے۔ جنرل مشرف کی طرف سے اپنے آپ کو 'پکا مسلمان' اور پاکستان کو 'اسلامی مملکت' اور قائداعظم کو اپنا راہنما قرار دینے پر پاکستان میں سیکولرازم کے عملی نفاذ کا خواب دیکھنے والے طبقہ کو جس مایوسی کا اندازہ کرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ لگانا مشکل امر نہیں ہے۔

بھارت کا متعصّب ہندو پریس جو پاکستان کو اس کی نظریاتی اساس سے محروم دیکھنا چاہتا ہے، اس کی توقعات پر بھی، معلوم ہوتا ہے، پانی پھر گیا ہے۔ ہندوستان کا ایک معروف انگریزی اخبار "دی ٹائمز آف انڈیا" اپنے اداریے میں لکھتا ہے۔

> "یہ توقع کہ جنرل پرویز مشرف اپنے آپ کو ترکی کے کمال اتاترک کے نمونہ کے مطابق ڈھالیں گے، بالآخر زمین بوس ہوگئی ہے"...... جنرل مشرف راہنمائی کے لئے ترکی کے عظیم ریفارمر، جنہوں نے خلافت کا خاتمہ کر دیا تھا، کی طرف دیکھنے کی بجائے جنرل ضیاء الحق کی طرف دیکھ رہے ہیں"۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور: ۷ رنومبر ۹۹ء)

بعض مذہبی جماعتوں نے جنرل صاحب کی مذکورہ بالا وضاحت پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ جماعت اسلامی سے الگ ہو کر تحریک اسلامی کے نام سے کام کرنے والی جماعت کے ترجمان پندرہ روزہ 'منشور' نے اپنے اداریے میں یوں اظہارِ خیال کیا ہے:

> "ہمارے چیف ایگزیکٹو خاصا عرصہ ترکی میں قیام پذیر رہے ہیں، اس لئے انہوں نے اتاترک کا تذکرہ اپنی گفتگو میں کر دیا، ورنہ وہ تحریکِ پاکستان اور قائداعظم کے نظریات اور پھر پاکستان کی ملتِ اسلامیہ کے جذبات سے بے خبر نہیں ہیں، جنرل پرویز نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ وہ پاکستان میں قائداعظم کے نظریات ہی کے قیام پر مشتمل قانون اور نظامِ زندگی قائم رکھنا اور پاکستان کو قائداعظم کا پاکستان ہی دیکھنا چاہتے ہیں، مصطفیٰ کمال کا ترکی نہیں بنانا چاہتے" (منشور: ۱۶ تا ۳۰ رنومبر ۱۹۹۹ء)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اسلامی دنیا اور بالخصوص پاکستان میں مصطفیٰ کمال پاشا کا عمومی تعارف یہ ہے کہ انہوں نے جنگ عظیم اوّل کے بعد یورپی اور یونانی افواج کو شکست دے کر مقبوضہ علاقوں کو واگزار کرایا اور موجودہ ترکی ریاست کا قیام عمل میں لائے۔ جہاں تک ان کی عسکری خدمات اور دلیرانہ قیادت کا تعلق ہے، اس کے وہ لوگ بھی معترف ہیں جو ان کے سیکولر اقدامات کو پسند نہیں کرتے۔ تحریکِ اسلامی کے مذکورہ بالا مجلّہ کے اداریہ جس میں اتاترک پر خلافت اور اسلامی تہذیب و تمدن کو ختم کرنے پر سخت تنقید کی گئی ہے، کے یہ الفاظ غور طلب ہیں:

"کمال اتاترک مرحوم کے بارے میں ہم یہ جانتے ہیں کہ انہوں نے مغربی قوتوں کی یلغار کے مقابلے میں بے مثال جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کر کے ترکی کو، جسے مردِ بیمار کہا جاتا تھا اور جس کی حکومت جانکنی کے عالم میں تھی، آزادی سے ہم کنار رکھا۔ مصطفیٰ کمال کی انہی خدمات کے عوض انہیں 'اتاترک' کا خطاب دیا گیا۔"

سید ابوالحسن علی ندوی کے بقول

"۱۹۱۸ء میں جرمنی اور ترکی کی شکست کے ساتھ یہ جنگ ختم ہوئی، برطانیہ اور اس کے اتحادیوں نے استنبول پر قبضہ کر لیا، اناطولیہ میں بڑی بدامنی پھیل گئی، اس وقت امن قائم کرنے کے لئے مصطفیٰ کمال کا انتخاب ہوا، انہوں نے یونانیوں کے خلاف جنہوں نے ازمیر پر قبضہ کر لیا تھا، اعلانِ جنگ کر دیا اور ۱۹۱۹ء میں شکاریہ کے معرکہ میں ان کو شکستِ فاش دی اور غازی کا لقب حاصل کیا۔ اس نے ترکی کو بہت نازک وقت میں ایک ایسے خطرہ سے بچایا جو اس کے لئے موت و زیست کا سوال بن گیا تھا اور ایک مضبوط حکومت قائم کی اور مغربی حکومتوں اور اس کے سیاسی لیڈروں کو اپنی عزیمت اور عظمت کے سامنے سرنگوں کر دیا"

اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگِ عظیم اوّل میں سلطنتِ عثمانیہ کو عبرت ناک شکست کے بعد مصطفیٰ کمال پاشا کی عسکری فتوحات اسے اس وقت کے عالم اسلام کا ہیرو بنا دینے کے لئے کافی تھیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی زبان پر بھی مصطفیٰ کمال کی تحسین میں یہ جملہ "وے غازی کمال تینوں دین بلایاں" عام طور پر رہتا تھا۔ مگر مصطفیٰ کمال پاشا کا یہ محض ایک پہلو تھا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد اسلامی شریعت اور تہذیب و تمدن کے ساتھ جو وسیع پیمانے پر اس نے غارت گری کی اور لادینیت (سیکولرازم) کے نفاذ کے لئے جارحانہ اقدامات اور سفاکانہ حکمتِ عملی اختیار کی، ایک عام مسلمان اس کے ادنیٰ سے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے یہی اقدامات ہیں جنہیں 'کمال ازم' یا 'اتاترک ازم' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مصطفیٰ کمال پاشا کے فکری سر چشموں، خیالات و افکار اور حکومتی اقدامات کو پیش نظر رکھا جائے تو پاکستان میں 'کمال ازم' کے خلاف مزعومہ مزاحمت اور ردّ عمل کا مظاہرہ کرنے والوں کی بات کو محض رجعت پسندی اور دقیانوسی کہہ کر مسترد کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اسلامی نظریہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آنے والی مملکتِ خداداد پاکستان میں اسلام کے علاوہ کسی دوسرے 'ازم' کی گنجائش نہیں ہے۔ اتاترک ازم فی نفسہٖ سیکولرازم کی بدترین صورت ہے۔ لہٰذا نظریہ پاکستان اور فکرِ قائد پر یقین کرنے والا کوئی فرد اگر اس سوچ کے خلاف ذہنی تحفظات رکھتا ہے، تو اس کے خدشات بے بنیاد نہیں ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصطفیٰ کمال پاشا کی سوچ، کردار اور مزاج کو سمجھنے کے لئے اس کے معروف ترک سوانح نگار عرفان اورگا کی کتاب 'اتاترک' سے چند اقتباسات پیش کئے جائیں:

> "جوانی میں اس نے اپنے انقلابی افکار کے ساتھ ضیا گوک الپ کی تعلیمات کو بھی اچھی طرح جذب کرلیا تھا۔ وہ مغربی روشن خیالی کا بہت بڑا نقیب تھا۔ اس نے ۱۹۰۰ء ہی میں اس خیال کا اظہار کردیا تھا کہ سلطنتِ عثمانیہ کے لئے زوال و انتشار مقدر ہوچکا ہے۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ دینی حکومت شخصی حکومت کی وفادار حلیف ہوتی ہے۔ وہ علماء کے اختیارات کو محدود کرنے کے حق میں تھا۔ اس نے شریعت کے خاتمہ اور ان قاضیوں کی دینی عدالتوں کی منسوخی کی پرزور وکالت کی تھی جو اسلامی قانون کے شارح و ترجمان ہیں۔ جنس اس کے لئے مقناطیس کی کشش رکھتی تھی۔ وہ شراب نوشی سے تسکین حاصل کرتا تھا، اس لئے کہ روحانی تسکین کے لئے اس کے اندر نہ خدا کا اعتقاد تھا، نہ زندگی کے بعد موت کا یقین" (صفحہ ۲۴۶)

مصطفیٰ کمال پاشا کو مغربی تہذیب سے شیفتگی لیکن مذہب اور مذہبی تعلیمات سے شدید نفرت تھی۔ مذہب اور بالخصوص اسلام کے متعلق مصطفیٰ کمال کے نقطہ نظر اور خیالات کا ذکر کرتے ہوئے عرفان اورگا لکھتا ہے:

> "اس نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اس کی اصل جنگ مذہب کے خلاف ہے، بچپن سے اس کے نزدیک خدا کی کوئی ضرورت نہیں تھی، وہ صرف اس چیز پر یقین رکھتا تھا جو دیکھنے میں آسکتی تھی، کبھی کبھی وہ آسمان کی طرف مکا اُٹھا کر اشارہ کرتا تھا، اس کا خیال تھا کہ زمانۂ ماضی میں اسلام محض ایک تخریبی طاقت رہا، اور اس نے ترکی کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس نے اس حقیقت کو نظر انداز کردیا تھا کہ اسلام کی ہی کی عطا کی ہوئی وحدت نے وسیع عثمانی سلطنت کی تعمیر کی تھی۔ اس کو اس آدمی سے سخت نفرت تھی جو تقدیر کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ خدا کا کہیں وجود نہیں اور انسان ہی اپنی تقدیر بناتا ہے۔ اس کا مصمم ارادہ تھا کہ مذہب کو ممنوع قرار دے خواہ اس کے لئے طاقت استعمال کرنی پڑے، خواہ دھوکہ اور فریب سے کام لینا

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پڑے" (صفحات ۲۳۷-۲۳۸)

اتاترک کا یہی سوانح نگار ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"اس کے نزدیک نفسیاتی اصول و نظریات اور فلسفیانہ اصطلاحات کے کوئی معنی نہیں تھے، اسی لئے قدرتی طور پر ترکی قوم کے لئے مذہب کو غیر ضروری اور بے کار قرار دینے میں اس کو کوئی تامل نہیں تھا۔ لیکن مذہب کی جگہ پر اس نے اگر ترکی قوم کو کوئی چیز دی تو وہ "نیا دیوتا" تھا یعنی مغربی تہذیب۔ اسلام اور راسخ العقیدہ مذہبیت سے اس کو شدید نفرت تھی۔ یہ کوئی راز کی بات نہیں تھی کہ مصطفیٰ کمال ایک غیر مذہبی آدمی تھا۔ ایک دفعہ اس بات سے سنسنی پھیل گئی کہ مصطفیٰ کمال نے شیخ الاسلام کے سر پر، جو اسلام کے بڑے عالم اور ایک قابل احترام بزرگ تھے، قرآنِ مجید پھینک کر مارا" (صفحہ ۲۳۹)

[اقتباسات ماخوذ: "اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" از سید ابوالحسن علی ندوی]

مندرجہ بالا سطور میں کمال اتاترک کے ملحدانہ خیالات اور شخصی کردار کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت اور عثمانی سلطنت کے خاتمہ کے بعد اس نے جو اصلاحات متعارف کرائیں اور جو انقلابی اقدامات اٹھائے، اس کا مختصر تذکرہ حسبِ ذیل ہے۔

کمال اتاترک کا انگریز سوانح نگار آرم سٹرانگ (Arm Strong) اس کے انقلابی اقدامات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

"اتاترک نے عظیم پیمانے پر شکست و ریخت کی۔ اس نے زبردست اور عمومی کارروائی کی تکمیل کرنی شروع کی جس کا آغاز وہ کرچکا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ ترکی کو اپنے بوسیدہ اور متعفن ماضی سے علیحدہ کرنا ہے۔ اس نے اس قدیم سیاسی ڈھانچے کو واقعی توڑ پھینکا، سلطنت کو جمہوریت سے آشنا کیا، اور اس ترکی کو جو ایک ایمپائر تھی ایک معمولی ملک میں تبدیل کر دیا اور ایک عظیم مذہبی ریاست کو حقیر درجہ کی جمہوریہ بنا دیا۔ اس نے سلطان کو معزول کر کے قدیم عثمانی سلطنت سے سارے تعلقات ختم کر لئے تھے۔ اب اس نے قوم کی عقلیت، اس کے قدیم تصورات، اَخلاق و عادات، لباس، طرزِ گفتگو، آداب، معاشرت، اور گھریلو زندگی کی جزئیات تک تبدیل کرنے کی مہم شروع کی (Grey wolf: p 287)

کمال اتاترک نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ "میں نے دشمن پر فتح پائی اور ملک کو فتح کیا، لیکن کیا میں قوم پر بھی فتح پا سکوں گا؟" اتاترک کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"کمال اتاترک نے واقعتاً قوم پر فتح پائی، ملک کو سیکولر سٹیٹ میں تبدیل کر دیا، جس میں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اسلام کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل نہیں رہی، دین و سیاست میں تفریق ہوگئی اور یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے، ہر شخص اپنے لئے کسی مذہب کا انتخاب کر سکتا ہے، خلافت کے ادارہ کو ختم کر دیا گیا، شرعی اداروں اور محکموں اور اسلامی قانونِ شریعت کو ملک سے بے دخل کرکے سوئٹزرلینڈ کا قانونِ دیوانی، اٹلی کا قانونِ فوجداری اور جرمنی کا قانونِ بین الاقوامی تجارت نافذ کر دیا گیا۔ پرسنل لاء کو یورپ کے قانونِ دیوانی کے مطابق وماتحت کر دیا گیا، دینی تعلیم ممنوع قرار پائی، پردہ کو خلافِ قانون قرار دے دیا، مخلوط تعلیم کا نفاذ کیا گیا، عربی حروف کی جگہ لاطینی حروف جاری ہوئے، عربی میں اذان ممنوع قرار پائی، قوم کا لباس تبدیل ہوگیا۔ ہیٹ کا استعمال لازمی قرار پایا، غرض کہ کمال اتاترک نے ترکی قوم اور حکومت کی دینی اساس کو توڑ پھوڑ کے ختم کر دیا اور قوم کا نقطۂ نظر ہی بدل دیا'' (اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش: صفحہ ۸۲)

'کمالی انقلاب' نے ترکی معاشرہ میں جو دور رس نتائج مرتب کئے، اتاترک کا انگریز سوانح نگار آرمسٹرانگ اس کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتا ہے: (صفحہ ۲۴۲)

''پارلیمنٹ نے جو فیصلے کئے، حقیقت میں وہ اسلام کے حق میں کاری ضرب اور پیامِ موت کی حیثیت رکھتے تھے۔ تعلیم کی وحدت کا قانون نظامِ تعلیم میں دور رس تبدیلیوں کا باعث بنا۔ اس تبدیلی نے مدرسوں کی سرگرمیوں اور ان علماء واساتذہ کی آزادی کو ختم کر دیا جو ان میں تعلیم دیتے تھے''

ترکی میں سیکولرازم کے نفاذ کا ذکر کرتے ہوئے عالم عرب کے معروف اسلامی سکالر ڈاکٹر یوسف قرضاوی اپنی حالیہ تصنیف ''اسلام اور سیکولرازم'' میں فرماتے ہیں:

''اسلامی ممالک میں سیکولرازم کی حکمرانی کی واضح اور نمایاں ترین مثال ترکی کی ہے، جہاں خلافتِ اسلامیہ کو ختم کر کے اور خون کا دریا عبور کر کے پورے زور اور قوت کے ساتھ لادینیت کو مسلط کیا گیا۔ اتاترک نے جبر و تسلط کے ساتھ سیاست، اقتصاد، اجتماع، تعلیم اور ثقافت، غرض زندگی کے ہر پہلو میں مغربی طرزِ حیات جاری و ساری کر دیا اور ترک قوم سے اس کی ثقافت، اس کی اقدار اور اس کی روایات اس طرح سلب کر لیں جس طرح ذبح شدہ بکری کی کھال کھینچی جاتی ہے۔ اتاترک نے دین کو دنیا سے بالکل علیحدہ کر کے ایک لادینی دستور نافذ کر دیا اور اس اساس پر خاندانی اور شخصی معاملات سمیت تمام پہلوؤں میں خلافِ اسلام قوانین نافذ کر دیئے۔ اسلام جو پہلے دین و سیاست دونوں پر مشتمل تھا، اب بیک جنبشِ قلم صرف ذاتی مسئلہ بن گیا۔ کسی اسلامی ملک میں مکمل طور پر سیاست کی اسلام سے علیحدگی اور مغربی طرز کی لادینی ریاست کے قیام کا یہ عمل بالکل منفرد تجربہ تھا۔ اسلام کو سیاست و اقتدار سے علیحدہ کر دینے کے نتیجہ میں اسلام عوامی حلقوں بالخصوص کسانوں میں محدود ہو کر رہ گیا، اسلام کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے اس کو خاص

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

طور پر نشانہ بنایا گیا" (صفحہ ۶۴)

اسلامی ریاست میں دین و سیاست کی وحدت کا قیام بے حد ضروری ہے۔ اسلام میں کلیسا اور ریاست کی علیحدگی کا تصور نہیں پایا جاتا۔ اگر دین کو حکومت سے جدا کر دیا جائے تو دین کی اصل قوت اور فوقیت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ جب کمال اتاترک نے لادینی نظام نافذ کر دیا تو ترکی میں بھی یہی صورتحال سامنے آئی۔ مراکشی مصنف پروفیسر ادریس کتانی اپنی تصنیف "مسلم مغرب بالمقابل لادینیت" میں اس تبدیلی پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

> "ترکی کے گذشتہ ساٹھ سال کے تجربہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اسلامی مملکت میں لادینی نظام کے قیام کا مطلب اسلام کو زندہ عقیدہ اور انسانیت کے لئے دائمی پیغام کے طور پر ختم کر دینا ہے کیونکہ حکومت کو دینی اقدار اور دینی رنگ سے جدا کر دینے کا مطلب دین اسلام کو قطعاً ختم کر دینا ہے۔ ترکی میں بالکل یہی ہوا ہے کہ جب کمال اتاترک کے حامیوں نے حکومت کو دین سے جدا کر لیا تو انہیں درحقیقت دینی اقدار سے کوئی دلچسپی نہ رہی۔ اس لئے انہوں نے مساجد کی دیکھ بھال اور دیگر دینی معاملات کے لئے ایک چھوٹا سا ادارہ بنا دیا تھا اور یہی ترکی میں اسلام کی باقی ماندہ نشانی ہے" (صفحہ ۵۷)

مصطفیٰ کمال اتاترک "تہذیب مغرب کا پرجوش پجاری اور اس کا ایک وفادار حواری" تھا۔ ترکی میں اس تہذیب کو مسلط کرنے کے لئے اس نے جو اقدامات کئے ان میں ہمہ گیر اور مہلک ترین اس کا وہ فیصلہ تھا جس کی رو سے اس نے عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط کو متعارف کرایا، جس کے نتیجے میں ترکی نسل اپنے اَسلاف کے عظیم ثقافتی اور علمی وِرثے سے کٹ کر رہ گئی۔ اسلامی علوم کے عظیم ذخائر اور کتب خانے محض الماریوں میں بند ہو کر رہ گئے۔ بقول سید ابوالحسن علی ندوی

> "تنہا عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط کے اجراء نے ترکی قوم کی زندگی میں انقلاب عظیم برپا کر دیا اور ایک نئی نسل کو جنم دیا جس کا رشتہ اپنی قدیم تہذیب و ثقافت سے کٹ چکا ہے"

مصطفیٰ کمال پاشا کی الہامی تعلیمات سے شدید نفرت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس نے غصہ میں آکر قرآنِ مجید کو شیخ الاسلام کے سر پر دے مارا تھا۔ ایک عظیم ترین مقدس الہامی کتاب کے ساتھ اس توہین آمیز برتاؤ کی توقع کسی غیر مسلم سے بھی کم ہی کی جاسکتی ہے!!

کمال اتاترک اسلام کو اپنے تصور پر مبنی ریاست کے لئے ایک خطرہ سمجھتے تھے۔ وہ اسلام کی آفاقیت کے منکر تھے۔ وہ اسلام کو محض عربوں کا مذہب کہہ کر اس کی تحقیر کرتے تھے۔ ریاست کو سیکولر بنانے کا بل پیش کرتے ہوئے ۳/مارچ ۱۹۲۴ء کو مصطفیٰ کمال نے اپنی تقریر میں واضح طور پر کہا کہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"عثمانی سلطنت اسلام کے اصول پر قائم ہوئی تھی، اسلام اپنی ساخت اور اپنے تصورات کے لحاظ سے عرب ہے، وہ پیدائش سے لے کر موت تک اپنے پیروؤں کی زندگی کی تشکیل کرتا ہے اور ان کو اپنے مخصوص سانچے میں ڈھالتا ہے، وہ ان کی اُمنگوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے اور ان کی جرات و اِقدام پسندی میں روڑے اٹکاتا ہے، ریاست کو اسلام کے مسلسل باقی رہنے سے خطرہ لاحق رہے گا" (کتاب عرفان اور گا رترجمہ سید ابوالحسن علی ندوی)

مصطفی کمال پاشا ترک قوم کو مکمل طور پر یورپی تہذیب کے سانچے میں ڈھال دینا چاہتا تھا۔ وہ اسلامی تہذیب وثقافت کے ایک ایک نقش کو مٹا دینے پر مصر تھا۔ اس نے ترکی ٹوپی اور سر کے ہر لباس کو خلاف قانون قرار دیا اور انگریزی ہیٹ کا استعمال لازمی کردیا۔

اس نے اس معاملے میں اس قدر شدت اور سختی کا برتاؤ کیا کہ اس کے سوانح نگار عرفان اور گا نے اسے 'ہیٹ کی جنگ' سے تعبیر کیا۔ عرفان اور گا کے مطابق عوام نے سخت ردّ عمل کا اظہار کیا۔ فسادات اور بلوے ہوئے۔ مصطفی کمال نے منصوبے کی تیکمیل کا فیصلہ کیا، کہیں رحم و رعایت سے کام نہیں لیا گیا۔ مذہبی حلقہ کے افراد جنہوں نے لوگوں میں جوش پیدا کیا تھا، پھانسی پر چڑھا دیئے گئے۔ لوگ گرفتار کئے جاتے اور محض اس الزام پر کہ انہوں نے ہیٹ کا مذاق اڑایا ہے، پھانسی پر چڑھا دیئے جاتے۔ ہیٹ کی جنگ بالآخر جیت لی گئی اور عوام نے شکست تسلیم کرلی۔ اس زمانے میں وہ کہا کرتا تھا:

"میں ہی ترکی ہوں، مجھے شکست دینا ترکوں کو شکست دینا ہے"

اتاترک ازم کے عالم اسلام پر اثرات

اتاترک نے سیکولر ازم کے جبری نفاذ کے کامیاب تجربے کے بعد جدید ترکی کو پورے عالم اسلام کے جدید اور آزاد خیال طبقے کے لئے ایک عملی نمونہ کے طور پر پیش کردیا۔ عالم اسلام میں تجدد اور مغربیت کی لہر کو ترکی کے تجربے سے بھرپور تحریک اور قوت ملی۔ اتاترک نے ترکی سے اسلام اور عرب ثقافت کے عناصر کو ختم کرنے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ مغربی نو آبادیاتی استعمار سے آزادی حاصل کرنے والے مسلمان ممالک میں برسر اقتدار آنے والے مغرب زدہ راہنماؤں کے لئے اتاترک کا مقام ایک ہیرو اور قابل تقلید "ترقی پسند" راہنما کا تھا۔ انہوں نے اپنے اپنے ملکوں میں اسلام اور مذہبی طبقہ کے اثرات کو محدود کرنے کے ئے کمالی ہتھکنڈوں سے خوب استفادہ کیا۔ عالم اسلام پر جدید ترکی کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"یہ حالات تھے جنہوں نے ترکی کو تحریک جدید کا امام اور اسلامی ملکوں اور حکومتوں کے 'ترقی پسند' زعماء کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ اور مثال، اور کمال اتاترک کو عالم اسلام کے ترقی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پسند معاشرہ اور نئی نئی آزادی حاصل کرنے والے ممالک میں ترقی و انقلاب کا رمز (Symbol) اور اہل سیاست اور اہل فکر دونوں کے لئے ایک ہیرو اور آئیڈیل بنا دیا۔ آزاد اسلامی ممالک کے برسر اقتدار طبقہ اور سیاسی زعما میں ہمیں کوئی ایسا لیڈر نظر نہیں آتا جس نے اتنی محدود وسطحی ذہنی و علمی صلاحیت اور اَخلاقی پستی کے باوجود لوگوں کے دل و دماغ کو اس درجہ مسحور اور اپنی شخصیت اور کارناموں سے اس قدر متاثر کیا ہو اور اپنی تقلید و پیروی کی اتنی زبردست خواہش لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہو جتنی کہ کمال اتاترک نے اس عہد آخر میں کی"

(اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، صفحہ ۸۵)

خلافت ِعثمانیہ کو عالم اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی اور خلیفہ کو بے حد عقیدت اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ خلیفہ کے خلاف بغاوت کا تصور تک گناہ سمجھا جاتا تھا۔ کمال اتاترک کے ہاتھوں خلافت کی بے حرمتی اور خاتمے نے دیگر اسلامی ممالک میں بھی بادشاہت اور سلطنت کے تصورات کو شدید نقصان پہنچایا۔ مصطفی ٰکمال چونکہ بنیادی طور پر ایک فوجی جرنیل تھا، خلیفہ کے خلاف بغاوت میں اس کی بے نظیر کامیابی نے عالم اسلام کے پرجوش فوجی افسروں کو حکومتوں کا تختہ الٹنے کی راہ دکھائی۔ یہ رجحان اتنا قومی اور خطرناک حد تک بڑھا کہ اسلامی دنیا میں حکومتیں ہمیشہ فوج کی طرف سے اقتدار پر قبضے کے خطرات سے دوچار رہیں۔

مصر غیر ملکی ثقافت، مغرب پرستی اور مادی تحریکوں کی زد میں ہونے کی وجہ سے اتاترک ازم سے بے حد متاثر ہوا۔ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل طلبہ، نئی نسل کے افراد اور فوج کے افسران کے لئے سیکولر ازم میں کشش پائی جاتی تھی۔ ۱۹۵۲ء میں جمال عبدالناصر اور اس کے ساتھیوں نے شاہ فاروق کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ جن فوجی افسروں نے انقلاب برپا کیا وہ عرصہ دراز سے "آزاد آفیسران" "Free Officers" نامی تنظیم بنا کر بالکل اسی طرح خفیہ سرگرمیوں میں مصروف تھے جس طرح کہ کمال اتاترک "وطن و حریت" یا اتحاد و ترقی جیسی تنظیموں میں کام کرتے رہے تھے۔

انور سادات نے اپنی خود نوشت سوانح عمری "شناخت کا سفر" (In Search of Identity) میں "آزاد افسران" کی خفیہ سرگرمیوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اتاترک نے اپنی تحریک کی بنیاد ترکی قوم پرستی پر رکھی تھی، مصر کے انقلابیوں نے عرب قوم پرستی کے ساتھ سوشلزم کا پیوند لگا کر اپنے عزائم کو عملی صورت دی۔ جمال عبدالناصر کے پیش نظر ایک ایسی سوسائٹی کے قیام کا نصب العین تھا جو حریت، سوشلزم اور اتحاد کو زندگی کی اساس اور جدوجہد کے اعلیٰ مقاصد متعین کرتی ہو۔ اس کا نقطۂ نظر ایک ایسے اشتراکی مادہ پرست انسان کا تھا جس کے نزدیک ایمان، عقیدہ اور دینی اَساس کی کوئی خاص قدر و

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

قیمت نہ تھی۔ مصر کو مغربی تہذیب کی روشنی میں بدلنا ان کی حکومت کی ترجیحات میں شامل تھا۔ اتاترک کی طرح جمال عبدالناصر نے مذہبی جماعتوں بالخصوص اِخوان المسلمون پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔ ہزاروں مذہبی راہنماؤں کو قید وبند کی مصیبتوں سے گزرنا پڑا۔ سینکڑوں کو حکومت کے خلاف جذبات بھڑکانے کے جرم میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

ایران میں بھی سابق شاہ ایران رضا شاہ پہلوی اوّل (۱۹۲۵ء) نے اتاترک کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وسیع تر 'اصلاحات' کا آغاز کر دیا۔ رضا شاہ کی اصلاحات کا دائرہ صنعتی ترقی سے لے کر تعلیمی اور معاشرتی میدانوں میں پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے عدالتی نظام کو سیکولر بنیادوں پر استوار کیا۔ ۱۹۲۷ء میں انہوں نے فرانس کا عدالتی نظام اور قانون جاری کیا۔ نئی نسل میں قوم پرستی کی روح بیدار کرنے کے لئے بوائے اسکاوٴٹ اور گرل گائیڈ تنظیموں میں نوجوانوں کی شرکت لازمی قرار دی۔ ۱۹۳۰ء سے سکولوں میں دینیات کی تعلیم لازمی نہ رہی۔ رضا شاہ نے ۱۹۲۸ء میں مشرقی لباس کی ممانعت کر کے مذہبی اثر ونفوذ پر کاری ضرب لگائی، ترکی ٹوپی اور پگڑی کی جگہ یورپین ہیٹ کو لازمی قرار دیا۔ شاہ نے عورتوں میں آزادی اور بیداری پیدا کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے۔ انہوں نے تنسیخ زمینداری، مالکانِ اراضی کے حقوقِ ملکیت ختم کرنے، عورتوں کو حق رائے دہندگی اور منتخب ہو سکنے کے حق کو دستوری و قانونی شکل دی۔ شاہ نے فارسی زبان کا رسم الخط تو برقرار رکھا البتہ فارسی کو عربی زبان کے اثرات سے پاک کرنے کے لئے ادبی مجلس قائم کی۔ قدیم عربی تاریخوں میں موجود نام فارس کو تبدیل کر کے ایران رکھا۔ شاہ نے اسلامی تہذیب کی بجائے آرین تہذیب کے اِجرا کے لئے اقدامات کئے۔ ایران کی ان 'اصلاحات' پر واضح طور پر اتاترک ازم کی واضح چھاپ تھی۔

(The Middle East in World Affairs *by Prof. George Lenczowski*)

تیونس نے ۱۹۵۷ء میں آزادی حاصل کی۔ اس کے پہلے صدر الحبیب بورقیبہ نے ملک کو کمالی اصلاحات اور سیکولرازم کی راہ پر گامزن کر دیا۔ اس نے فرانسیسی ثقافت کے مطابق جدید تیونس کی تشکیل کا اعلان کیا۔ نئے عائلی قوانین کا اجراء کرتے ہوئے تعددِ ازدواج کی آزادی اور شوہر کے بیوی کو طلاق دینے کے حق پر پابندی عائد کر دیں۔ عورتوں پر ملازمتوں کے دروازے کھول دیئے۔ انہیں رائے دہی اور مجالس قانون ساز کا رکن بننے کے حقوق دیئے۔ مخلوط مجالس کو فروغ دیا۔ اسلامی اوقاف عامہ ختم کر دیئے گئے۔ تیونس کے لئے نیا قانون 'کوڈ آف پرسنل لاء' منظور کر کے نافذ کر دیا گیا۔ یہ کوڈ روایتی اسلامی قانون سے اتنا ہی مختلف تھا جتنا ترکی کا سیکولر دیوانی قانون۔ تیونسی صدر کے اِسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام کے خلاف بعض توہین آمیز بیانات نے عالم اسلام میں ایک ہنگامہ پیدا کر دیا۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

الجزائر نے لاکھوں مجاہدین کی قربانی دے کر ۱۹۶۲ء میں فرانسیسی استعمار سے آزادی حاصل کی۔ جنگ آزادی کے راہنما احمد بن بیلا الجزائر کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ آزادی ملنے کے بعد اقتدار پر ایسے لوگ قابض ہوگئے جن کی تربیت فرانسیسی فوج کی تربیت گاہوں اور فرانس کے تعلیمی اداروں میں ہوئی تھی۔ احمد بن بیلا، جمال عبد الناصر کے دوستوں میں سے تھے، انہوں نے اشتراکی نظام کے نفاذ کے لئے کوششیں شروع کردیں۔ اسلامی روح کو بیدار اور مستحکم کرنے کی بجائے قوم پرستی اور لادینیت کو تقویت دی گئی۔ قوم پرست راہنماؤں نے مذہب کو حکومت کے معاملات سے الگ کردینے کے اقدامات کئے جس کے خلاف دینی راہنماؤں نے احتجاج کیا مگر حکومت نے ان کی بات پر توجہ نہ دی۔ کچھ عرصہ بعد فوجی جرنیل حواری بومدین نے احمد بن بیلا کو برطرف کرکے خود اقتدار سنبھال لیا۔ انہوں نے بھی اشتراکی نظام جاری رکھا۔

لیبیا میں ۱۹۶۹ء میں کرنل معمر قذافی نے شاہ ادریس کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا۔ کرنل قذافی نے اپنی انقلابی حکومت کی بنیاد عرب قومیت اور مغرب کی غلامی سے مکمل آزادی پر رکھی۔ شروع شروع میں کرنل قذافی نے مذہبی رجحانات کا اظہار کیا مگر بعد میں جمال عبد الناصر کے اثر کی وجہ سے ان میں سیکولرازم کے خیالات پیدا ہونا شروع ہوئے۔ انہوں نے کئی ایسے اقدامات کئے اور بیانات دیئے جو اسلام کے مسلمہ نظریات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ معمر قذافی نے اسلامی زندگی پر حملہ کرنے کے لئے حدیث کا انتخاب کیا۔ ان کی رائے میں حدیث کو عبادات تک محدود رکھنا چاہئے۔ باقی زندگی کے معاملات میں احادیث کا اطلاق اس زمانے میں نہیں ہوسکتا۔

شام اور **عراق** میں بھی سیکولر بعث پارٹی کے ارکان نے حکومتوں کے تختے اُلٹ دیئے۔ شام میں صدر حافظ الاسد اور عراق میں صدر صدام حسین کی پالیسیاں اسلام دشمنی پر مبنی رہی ہیں۔

انڈونیشیا میں آزادی کے حصول کے بعد صدر احمد سوئیکارنو نے سیکولرازم اور اشتراکیت پر مبنی تصورات متعارف کرائے۔ انڈونیشیا کا نیا دستور سیکولر رکھا گیا۔ تجدد اور مغربیت کے راستے پر انڈونیشیا نے تیزی سے سفر شروع کردیا۔

یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ نئے آزاد ہونے والے مسلمان ممالک مغربیت کی راہ پر چل نکلے ہیں۔ ان ممالک کے عوام نے آزادی کی جدوجہد کے دوران اسلامی نظام کے نفاذ کو نصب العین بنایا تھا مگر آزادی کے بعد جو لوگ برسر اقتدار آئے، انہوں نے اسلامی قانون کو منسوخ کرکے اپنے ملک کو مغرب کے سانچے کے مطابق ڈھالنے کا کام شروع کردیا۔ ان ممالک کی سیکولر حکومتیں درحقیقت اَتاترک ازم کا تسلسل ہیں !! ☆☆

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ